Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مسٹر فے روز تم تیر لیتے ہو؟"

"ای نڈ ـــ"

"ہوں ـــ"

"آؤ باتیں کریں۔"

"تم پانی میں تیر لیتے ہو؟"

"ای نڈ چپ رہو۔"

وہ خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ اُس کی معصوم، ہراساں شکل کو دیکھ کر میں ندامت سے ہنسا۔

"ہاں۔ تیر لیتا ہوں۔"

"تم میرے ساتھ تیرو گے؟"

"ای نڈ ـــ" میں نے لمبی سانس لی۔ "ای نڈ تمہاری ممی ـــ" آخر میں نے کہہ دیا، "ہمارے ساتھ کیوں نہیں آتی؟"

"ممی ممی ـــ" اُس نے پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ "ممی کہاں گئی؟"

"وہ دوسری طرف بیٹھی ہے۔"

"ممی میرے لیے پُل اوور بُن رہی ہے۔"

"اور تمہارے ڈیڈی؟"

"ڈیڈی نہیں ہیں۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"کہاں ہیں؟"

"ممی میرے لیے زرد پُل اوور بُن رہی ہے۔"

"مجھے پتا ہے ـــ" میں نے کہا، "ای نڈ ممی سے کہنا مسٹر فے روز تمہاری باتیں کر رہے تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میری باتیں کر رہے تھے؟"

"نہیں۔ ممی کی۔"

"کیا باتیں کر رہے تھے؟"

"اررر — اچھا مت کہنا۔"

"وہ آگئی —" وہ دونوں بازو پھیلا کر چیخی۔ "گیارہ بج گئے ہیں؟"

"پتا نہیں۔"

"مسٹر فے روز تم آئس کریم نہیں کھاؤ گے؟"

"میں آئس کریم کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

بیرے نے کاغذ کے کپ میں اسے آئس کریم لا کر دی جسے وہ گتے کے چمچے کے ساتھ مزے لے لے کر کھانے اور منہ بنا کر ہنسنے لگی۔

"آئس کریم صرف بچے کھاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں مارچ میں چھ برس کی ہو جاؤں گی۔"

"مجھے علم ہے۔ شکریہ۔"

وہ خاموش بیٹھی آئس کریم کھاتی اور ادھر اُدھر دیکھتی رہی۔

"ای نڈ —" میں نے مری ہوئی آواز میں کہا، "آؤ باتیں کریں۔"

"اچھا۔" اُس نے کہا اور آئس کریم کھاتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اسٹول سے چھلانگ لگا کر بھاگ گئی۔ میں اُداسی سے اسے ڈیک کے دوسرے سرے تک موٹی موٹی گوری ٹانگیں جھلا کر بھاگتے ہوئے دیکھتا رہا۔

لنچ سے پہلے لاؤنج میں بیٹھ کر میں نے چند خطوط لکھے اور انہیں ڈاک کے سپرد کرنے جہاز کے ڈاک خانے تک گیا۔ لنچ کے بعد ڈائننگ ہال سے نکلتے ہوئے میڈم سی گل سے اتفاقیہ ملاقات ہو گئی۔ (یا کہ میں نے غیر شعوری طور پر — یا شاید عمداً؟ — ہال سے اپنی روانگی کے وقت کو اس طور متعین کیا تھا؟) وہ اکیلی تھی۔ "ہلو —" میں نے کہا۔ پھر میں نے ای نڈ کے بارے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پوچھنا چاہا، مگر اس کی اس لافانی، لاتعلق، اجنبی اور پُراخلاق مسکراہٹ کو دیکھ کر میرا خون سرد پڑ گیا۔ ہم نے خاموشی سے سیڑھیاں طے کیں۔ یہاں اُس نے پھر مجھے سر کی بے نام سی جنبش کے ساتھ الوداع کہا۔ اوپر جانے سے پہلے، کوشش کے باوجود، میں ایک لحظے کے لیے ٹھٹک کر اُس کے شاندار، محرک جسم کو دیکھنے سے باز نہ رہ سکا، کہ اس عورت کے جسم میں ایک اسرار تھا۔

سہ پہر کے وقت میں نے جہاز کے فونوگراف پر اپنے چند ریکارڈ بجا کر سُنے۔ پھر ڈنر کے وقت تک اپنے کیبن میں پڑا سونے کی کوشش کرتا رہا۔ رات کے کھانے کے بعد ڈانس شروع ہوا۔ اس وقت میرے ساتھی ہنگیرین جوڑے نے پھر مجھے اپنے چارج میں لے لیا اور دور ہی دور سے مجھے رقص کرنے کے لیے، کئی لڑکیاں تجویز کرتے رہے جنہیں میں مستقل رد کرتا رہا۔

"میرے ملک میں ایسا رقص نہیں ہوتا۔" آخر میں نے کہا۔

"تمہارے ملک میں کیسا رقص ہوتا ہے؟" ہنگیرین بیوی نے پوچھا۔

"ہمارے ہاں خشک ڈانس ہوتا ہے۔"

"ایں؟"

"یہ مارشل ڈانس ہے۔" میں نے فخر سے کہا، "ہم 'مارشل ریس' ہیں۔"

وہ دونوں منہ کھول کر ہنسے۔ غصے کے مارے میں بھی منہ کھول کر ہنسا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہنگیرین جوڑا اگلے دن کے لیے برج کا پروگرام بنا کر اور اجازت لے کر سونے کے لیے چلا گیا۔ میں کافی دیر تک وہیں بیٹھا سگریٹ پیتا اور مختلف جوڑوں کو دیکھتا رہا جو زیادہ تر نوجوان جرمن لڑکیاں اور لڑکے تھے اور جرمن گیتوں کی دھنوں پر رقص کر رہے تھے۔ ایک بہت نوجوان لڑکا خصوصاً میری توجہ کا مرکز رہا جو ایسی اذیت ناک تن دہی کے ساتھ ناچ رہا تھا اور اتنی تیزی سے ہم رقص لڑکیوں کو بدل رہا تھا کہ کچھ دیر کے لیے مجھے اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی صحیح الدماغی پر شک ہونے لگا۔ پھر میں نے اداسی سے سوچا، یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے۔ آخر جب رات آدھی سے زیادہ گزر چکی اور بہت کم جوڑے ہال کے فرش پر رہ گئے اور سازندے جمائیاں لینے لگے تو میں اُٹھ کر ڈیک پر نکل آیا۔ کہیں کہیں پر ابھی تک کوئی کوئی جوڑا ریلنگ پر جھکا سرگوشیوں میں مصروف تھا۔ میری جگہ خالی تھی۔ وہاں کھڑے ہو کر میں نے دیکھا، بہت زرد رنگ کا نصف چاند سمندر پر جھکا ہوا تھا اور سمندر جاگ رہا تھا۔

"تم باتیں کرتے ہو لیکن نہیں کرتے گو کرنا چاہتے ہو مگر نہیں کر سکتے ——"

پھر اس نے مجھ سے کہا، "اس لیے نہیں کہ نحیف و نزار ہو اور گویائی سے محروم ہو (کیونکہ یہ غلط ہے) —— اس لیے کہ پہنچنا نہیں چاہتے بلکہ پانا چاہتے ہو، شامل کرنا نہیں چاہتے اور نہ ہونا چاہتے ہو صرف حاصل کرنا چاہتے ہو، اولیں معصومیت کو جو کھو چکی ہے اور پیچھے ناکارہ جسم چھوڑ گئی ہے جو اب اندھے بھکاری کی طرح محض صدا دیتا ہے اور بڑھتا ہے اور خوف کھا کر رک جاتا ہے اور پھر صدا دیتا ہے اور ہاتھ سے ٹٹول کر صرف اپنے جیسے ناکارہ جسموں کو محسوس کرتا ہے اور پکڑ لیتا ہے اور ساتھ گھسٹتا چلا جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ میری حکومت میں کون کسی کو حاصل کر سکا ہے! —— کہ میں بھی جو اتنا عقیل اور طاقت ور اور لافانی ہوں آخر کار سب کو اُگل دیتا ہوں اور تم بھی کہ میرے محب ہو ان سب میں شامل ہو اور اُگل دیے جاؤ گے کہ جیسے زندگی بالآخر آدمی کے ڈھانچے کو اُگل دیتی ہے۔ افسوس کہ ابھی تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ ابھی یہاں پر میں حکومت کرتا ہوں اور چاروں طرف میرا تاریک بدن پھیلا ہوا ہے اور تم درمیان میں اکیلے کھڑے ہو اور ابھی زندہ ہو۔ شب بخیر ——"

میں اطمینان سے کھڑا سنتا رہا اور جب اُس نے ختم کیا تو اطمینان سے پائپ سلگا کر واپس لوٹا کہ اب میں اس کی بکواس کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔ ڈیک سنسان پڑا تھا۔ صرف ایک جوڑا ابھی تک نیم اندھیرے میں رکا ہوا تھا۔ پاس سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گزرتے ہوئے میں نے انہیں پہچانا۔ یہ دونوں آج دن بھر ساتھ ساتھ نظر آتے رہے تھے اور دونوں کے چہروں کی ساخت اور خدوخال میں اس حد تک مشابہت تھی کہ بلا مبالغہ آپس میں بہن بھائی نظر آتے تھے! لیکن اس وقت وہ ایک دوسرے کو چوم رہے تھے۔ جہاز پر بعض اوقات اتفاقیہ طور پر سخت غیر موزوں جوڑے بن جاتے ہیں۔

اگلی صبح ہوا نسبتاً تیز اور مطلع ابر آلود تھا اور ساحل کی سیاہ لکیر بھی غائب ہو چکی تھی۔ اب چاروں کھونٹ پانی تھا جو بڑھتا بڑھتا ہر سمت آسمان سے جا ملتا تھا اور جس کا رنگ شوخ نیلے سے گہرا نیلا ہو چلا تھا اور جس کی سطح پر چھوٹی چھوٹی بے ترتیب لہروں کا جال بچھا تھا جن پر جہاز ہولے ہولے ڈول رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہوا سے تنگ آ کر میں نیچے اُتر آیا اور لاؤنج میں اپنے ہنگیرین ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر برج کھیلنے لگا۔ میری ساتھی ایک غیر معمولی طور پر حسین جرمن لڑکی تھی جس کو میں پہلی دفعہ دیکھ رہا تھا اور جو ظاہر تھا کہ میری طرح اس ہنگیرین جوڑے کی متبنیٰ تھی۔ پہلے ایک گھنٹے تک میں مستقل ہارتا گیا اور مستقل خوش رہا اور برج کے متعلق لطیفے جو مجھے یاد تھے سناتا رہا۔ مثلاً وہ ہٹلر والا لطیفہ جب وہ اپنے تین جرنیلوں کے ساتھ برج کھیلنے بیٹھا تھا اور ایک جرنیل نے کہا ون ڈائمنڈ اور دوسرے نے کہا ون ہارٹ اور تیسرے نے کہا ون نو ٹرمپ اور اب ہٹلر کی کال تھی اور اس نے کہا ون کلب تو تینوں سنجیدہ چہروں والے جرنیلوں نے باری باری سے کہا پاس پاس پاس اور کالنگ ختم ہو گئی اور کھیل شروع ہوا۔ اس پر زبردست قہقہہ پڑا۔ (ہٹلر کی میز پر نہیں، ہماری میز پر) لیکن میری پارٹنر، جو شروع کھیل سے ہی غمزدہ تھی، صرف مسکرا کر خاموش ہو رہی۔ پھر مجھے خیال ہوا کہ شاید جرمن ہونے کے ناطے اُسے ہٹلر والا لطیفہ پسند نہیں آیا۔ اس کا اثر زائل کرنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے میں نے کئی من گھڑت لطیفے سنائے جن کا کوئی اثر نہ ہوا، چنانچہ میں تھک کر خاموش ہو گیا۔

"مس ٹرفے روز ــــ" بازو سے آواز آئی ــــ "آج بگلے اکیس ہیں۔"

"صبح بخیر ای نڈ۔" میں نے تاش کے پتوں پر جھکے جھکے کہا، "کیسی طبیعت ہے؟"

"صبح بخیر۔ ٹھیک ٹھاک ہوں۔ میں نے گنے ہیں۔"

"بڑے افسوس کا مقام ہے۔ ایک اور کہاں سے آ گیا۔"

"مس ٹرفے روز۔" وہ میری کرسی کی پشت پر چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔ "اینا کہتی ہے آج ہم تیرنے جائیں گے۔"

"اچھا ــــ؟" میں نے بے خیالی سے کہا۔

"یہ کون ہے؟" ہنگیرین خاوند نے پوچھا۔

"یہ 'میری' متبنیٰ ہے۔" میں نے 'میری' پر زور دے کر کہا۔

ہم چاروں منہ پھاڑ کر ہنسے۔ اُس وقت مجھے افسوس ہوا۔ میری ساتھی اگر نہ ہنستی تو اچھا تھا۔ اس کا شاید اس کو بھی احساس تھا۔ اگلے ایک گھنٹے تک میں مستقل ہارتا گیا اور مستقل ناخوش رہا۔ ای نڈ مستقل میرے سر پر سوار رہی اور چپ چپ بولے گئی۔ جب ہم کھیل ختم کر کے اُٹھے تو میں قریب پانچ ڈالر کے ہار چکا تھا۔ آنکھ ملائے بغیر میں نے اپنی ساتھی کا شکریہ ادا کیا اور چلا آیا۔

باہر آ کر ہم نے بگلے گننے شروع کیے۔ پورے اکیس تھے۔ جب بگلے گن چکے تو چپکے کھڑے ہو کر سمندر کو دیکھنے لگے۔

"ای نڈ۔"

"ہوں۔"

"کچھ نہیں۔"

وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی جو میں نے کچھ نہ سُنیں۔

"ای نڈ ــــ"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہونہہ؟"

"آؤ—" میں نے تھوک نگلا۔ "باتیں کریں۔"

"اچھا—" اُس نے کہا اور باتیں کرنے لگی۔ میں متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کرسیوں پر اور لوگ بیٹھے تھے۔ جب میں دوبارہ اُس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ چیخ رہی تھی اور ایک سرخی مایل سنہرے بالوں والی جوان عورت اس پر جھکی اُس کو آئس کریم کھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں خود کھاؤں گی خود کھاؤں گی۔"

"نہیں میں کھلاؤں گی۔" جوان عورت نے کہا۔

"خود کھاؤں گی خود کھاؤں گی خود کھاؤں گی—" ای نڈ نے بوم مچائی۔

آخر وہ آئس کریم کا کپ اُس سے چھیننے میں کامیاب ہو گئی اور ریلنگ کے ساتھ لگ کر کھانے لگی۔

"ہلو—" میں نے کہا۔

"ہلو—تمہاری دوست بڑی شرارتی ہے۔"

"یہ میری جہاز کی پہلی دوست ہے۔"

"یہ میری بھی پہلی دوست ہے۔ جہاز کے سارے بچوں میں تیز ہے۔"

وہ بولی، "میں اَینا ہوں۔"

"اَینا....؟"

"اینا ہیمبرگر—" اس نے کہا، "میں فرسٹ ہوسٹس ہوں۔"

"اور سیکنڈ ہوسٹس کون ہے؟"

وہ ہنسی۔ "کوئی نہیں ہے۔ جہاز کے سٹاف پر بس میں ہی ایک عورت ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مس اَینا ہیمبرگر فرسٹ ہوسٹس۔" میں نے کہا، "کیسے حال چال ہیں؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ دوبارہ ہنسی، "تم مزے کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے کہا، "میں فیروز ہوں۔"

"دراصل میں کل شام کو تمہیں تلاش کرتی رہی ہوں۔"

"مجھ کو؟"

"مجھے وہ تمہارا ریکارڈ چاہیے تھا۔"

"کون سا؟"

"جو تم کل بجا رہے تھے۔ ایلا فٹز جیرلڈ کا۔"

"اوہ۔ ایلا ــــ" میں نے کہا۔

"وہ۔ آئی ایم گلبڈ دیٹ از یو ان دس ورلڈ آف آرڈنری پیپل ــــ"

"اچھا۔" میں نے کہا، "پہلا والا۔"

"کچھ دیر کے لیے مجھے دے سکتے ہو؟"

"یقیناً یقیناً ــــ" میں نے کہا، "چلو ــــ" پھر میں بے وجہ گھبرا گیا۔

"اچھا میں لے کر آتا ہوں۔"

اپنے کیبن میں آکر میں نے ریکارڈ نکالا اور واپس اوپر جانے سے پہلے اُسے ہاتھ میں لٹکائے چند لحظے تک گم سم کمرے کے وسط میں کھڑا رہا۔ اس بہت پرانی کیفیت سے میں اچھی طرح سے واقف تھا۔

واپس ڈیک پر جا کر میں نے ریکارڈ اس کے حوالے کیا جسے پا کر وہ بے حد خوش ہوئی۔

"اگر چاہو تو لنچ کے بعد سٹاف روم میں آجانا۔ اکٹھے سن لیں گے۔" وہ بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ضرور ضرور۔"

"خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔"

اس کے بعد بیچ بیچ میں جانے کتنی دیر تک مِس ٹَرفے روز مِس ٹَرفے روز کی آوازیں آتی رہیں۔ آخر جب میں چونک کر مڑا تو ای نڈ کبھی کی جا چکی تھی۔ لنچ کا وقت ہو چلا تھا۔

کھانے کے بعد میں نے شیو کیا، نہایا، صاف کپڑے پہنے اور سٹاف روم پہنچا۔ اَینا اپنے چھوٹے سے فونوگراف کو صاف کر رہی تھی اور ایک نوعمر لڑکا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے لگا۔ جہاز کا ایک نوجوان افسر سفید وردی پہنے، کونے کی میز پہ ٹانگیں رکھے، چند کاغذات دیکھ رہا تھا اور ہونٹوں سے ہلکی ہلکی سیٹی بجاتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد نوعمر لڑکا جو اَینا سے باتیں کر رہا تھا مڑا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ اب میں نے پہچانا۔ یہ وہی لڑکا تھا جو کل رات کو اس افراتفری کی حالت میں ناچ رہا تھا۔ میں اَینا کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اس نے ریکارڈ فونوگراف پر رکھا اور اسی میز پہ بیٹھ کر پاؤں سے آہستہ آہستہ تال دینے لگی۔ جب ریکارڈ آدھا بج چکا تو نوجوان افسر نے ٹانگیں اُٹھا کر نیچے رکھیں، کاغذات گول کر کے جیب میں ڈالے اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ دیر تک وہ کمرے کے وسط میں ٹانگیں پھیلائے، ہاتھ جیبوں میں ٹھونسے، فرش پہ نظریں جمائے کھڑا میوزک کو سنتا رہا، پھر جرمن زبان میں اَینا سے کوئی مختصر سی بات کر کے باہر نکل گیا۔ جب گیت ختم ہوا تو اَینا نے سوئی کو اُٹھا کر پھر شروع پہ رکھ دیا اور ساتھ ساتھ گنگنانے لگی:

" I am glad there is you

In this world of ordinary people – "

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں اٹھ کر اس کے پاس میز پر جا بیٹھا۔

"آسمانی آواز ــــ!" وہ آنکھیں بند کر کے بولی۔

اب اگلا گیت شروع ہو چکا تھا۔ ریکارڈ کے اس رُخ پر چھ گیت یکے بعد دیگرے بجتے تھے۔

"میں نے ایلا کو نیو یارک میں سُنا تھا۔" اَینا نے کہا، "نائٹ کلب میں۔"

"اچھا۔"

"میں اُس کی عاشق ہوں۔"

"میں بھی اُس کا عاشق ہوں۔"

"اچھا؟"

"اس حساب سے ہم ایک دوسرے کے عاشق ہوتے ہیں۔"

وہ ہنسی۔ "ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے؟"

"ہاں۔ صرف جیومیٹری کے حساب سے۔" اُس نے بڑی آہستگی لیکن مضبوطی سے میرا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹایا اور اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔" اس نے کہا، "کہاں جا رہے ہو؟"

"میں پاکستان کا رہنے والا ہوں اور دو سال کی غیر حاضری کے بعد اپنے وطن کو لوٹ رہا ہوں۔"

"پاکستان؟"

"ہاں۔ مشرقِ بعید کا ملک ہے اور قدیم تہذیب کا مسکن ہے۔" میں نے فخر سے کہا، "چھ ہزار سال...."

"مگر ہم مشرقِ بعید تو نہیں جا رہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہیں شاید علم نہیں کہ یہ وہی رستہ ہے۔" میں نے کہا، "پہلے یورپ آئے گا، پھر افریقہ، پھر ــــ"

"اوہ ــــ" وہ ہنسی۔ "کینیڈا کیا کرنے آئے تھے؟"

"پڑھنے پڑھانے ــــ"

"پڑھنے؟" اس نے سخت متعجب ہو کر پوچھا۔

"بالکل۔ کیا میں اب پڑھنے کے قابل نہیں رہا؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ ندامت سے ہنسی۔ "میرا خیال تھا شاید تجارت وغیرہ کے سلسلے میں آئے ہو ــــ"

میں نے حلق میں سخت بدمزگی محسوس کی۔ ریکارڈ ختم ہو گیا تو اینا نے پھر شروع سے لگا دیا۔ پہلا گیت ہم نے خاموش بیٹھ کر سنا۔ بدمزگی آہستہ آہستہ زایل ہونے لگی۔

"سمندر کا سفر پہلی دفعہ کر رہے ہو؟" اینا نے پوچھا۔

"ہاں۔ میری عمر بھر کی خواہش تھی۔"

"طبیعت تو خراب نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔ میں بالکل چاق و چوبند ہوں۔"

"آئے کیسے تھے؟"

"ہوائی جہاز سے۔"

"موسمی رپورٹ کے مطابق کل ہم طوفانی سمندروں میں داخل ہوں گے۔ ہوشیار رہنا۔"

"فکر نہ کرو۔" میں نے سینہ پھلا کر کہا، "میں عمر بھر بیمار نہیں پڑا۔"

"تم ــــ شادی شدہ ہو؟"

"نہیں۔ اور تم؟"

"میں ــــ" وہ ہنسی، "سمندر سے بیاہی جا چکی ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں سمندر ہوں۔" میں نے بازو پھیلا کر کہا۔

وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ریکارڈ ختم ہو چکا تھا۔

"اب مجھے ڈیوٹی پر جانا ہے۔" اُس نے ریکارڈ اتار کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "بہت بہت شکریہ۔"

"ارر — رکو۔" میں نے تھوک نگلا۔ "ابھی — پکچر دکھایا جانے والا ہے۔ چلو دیکھیں۔"

"اس وقت میری اور جگہ پر ڈیوٹی ہے۔ کل دیکھیں گے۔"

"شام کو ڈانس پر آؤ گی؟"

"یہ میری آفیشل ڈیوٹی میں شامل ہے۔" اُس نے کہا، "خدا حافظ۔"

"خدا حافظ خوبصورت لڑکی۔"

وہ خوش ہو کر مسکرائی اور باہر نکل گئی۔

آدھ گھنٹے تک میں تاریک پکچر ہال میں بیٹھا رہا جہاں جینا لولو برجڈا کا فلم دکھایا جا رہا تھا۔ پھر میں نے باہر نکل کر اوپر نیچے جتنے ڈیک تھے سب کا چکر لگایا۔ کرسیوں پر اور اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں نے سہ پہر کی چائے پی اور اپنے کیبن کو لوٹ آیا۔

کرنے کے لیے اتنا کچھ ہے، بستر پر لیٹ کر میں نے سوچا۔ نچلی منزل میں گرم پانی کا سوئمنگ پول ہے، لاؤنج میں خوش گپیاں ہو رہی ہیں، پبلک رومز میں برج کھیلی جا رہی ہے، شطرنج ہو رہی ہے، بار پر لوگ قہقہے لگا رہے ہیں، باہر ڈیک ٹینس کھیل رہے ہیں، تصویریں لے رہے ہیں، کرنے کے لیے اتنا کچھ ہے، میں نے سوچا۔ ڈنر کے وقت تک میں بستر پر لیٹا سگریٹ پیتا اور چھت کو گھورتا رہا۔

رات کے کھانے کے بعد ڈانس شروع ہوا۔ جہاز نے آہستہ آہستہ ڈولنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ کل کی نسبت کم جوڑے رقص کر رہے تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے بڑے اخلاق کے ساتھ اَینا سے جا کر رقص کی درخواست کی۔ وی آنا کا والز بج رہا تھا۔

"تم تو بہت اچھا ناچ لیتے ہو۔" اَینا نے نیم سنجیدگی نیم تمسخر سے کہا۔

"شکریہ۔"

"میرا خیال تھا اب دھیمے پڑ چکے ہو گے۔"

"میری صحت اللہ کے فضل سے بڑی اچھی رہی ہے۔" میں نے پنجوں پر اُٹھ کر اپنے آپ کو اس کے برابر لاتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد میں نے دوبارہ اَینا کے ساتھ رقص کیا۔ دوسری بار جب میوزک ختم ہوا تو وہ کچھ کہے بغیر باہر چلی گئی۔

"تم مجھ سے جنگ کرنے چلے ہو جیسے کہ عمر بھر جنگ کرتے رہے ہو۔" اس رات جب میں اپنی جگہ پر پہنچا تو سمندر نے مجھ سے کہا۔ "مگر پچھتاؤ گے اور ہار جاؤ گے جیسے کہ عمر بھر ہارتے رہتے ہو۔ تم نے اتنی محنت کی ہے اور اتنی محنت گنوائی ہے اور اتنی لمبی عمر پائی ہے کہ دیکھنے والے کے دل میں افسوس پیدا ہوتا ہے۔ مگر اب لڑھک چکے ہو اور رکنا نہیں جانتے کہ اس میں پابندی ہے اور تم نہ پابند ہو نہ قوی ہو اور نہ میری آواز کو سن سکتے ہو کہ ہار چکے ہو اور تسلیم کرنا نہیں چاہتے کہ اس میں تمہاری آخری شکست ہے اور بڑھتی ہوئی، ہر دم قریب آتی ہوئی آخری شکست تمہیں بولائے دے رہی ہے اور ہاری ہوئی جنگ کو جاری رکھنے پر مجبور کر رہی ہے۔ ان نوجوان خداؤں کے بل پر جنہوں نے تم کو معصومیت سے آزادی کے خواب دکھائے ہیں اور جو ایک ایک کر کے سب مر چکے ہیں کہ معصومیت سے آزادی کا نام موت کا نام ہے۔ لیکن تم ابھی زندہ ہو اور زندہ رہو گے اور محنت کرو گے اور اس کا پھل چکھو گے، ایک نہ ایک دن، کہ کڑوا ہو کسیلا ہو، محنت کا پھل ضرور ملتا ہے، کبھی نہ کبھی۔ شب بخیر۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے طنز سے مسکرا کر اُس کے زورِ خطابت کی داد دی اور اس کو شک بھی نہ گزرنے دیا کہ اس کی بے موقع تقریر نے مجھ پر ذرہ بھر اثر نہ کیا تھا، کہ اَینا کے جسم میں بھی بالآخر بڑا اسرار تھا جس سے کہ میرا یہ دوست قطعی ناواقف تھا۔ جب میں ڈیک پر واپس آ رہا تھا تو عقب سے میں نے اس کے خوفناک، مجبور اور غصیلے قہقہے کی آواز سُنی اور حیرت سے مڑ کر دیکھا وہ پھنکار کر اٹھ بیٹھا تھا اور اس کی تاریک چھاتی تیزی سے یک جم اُٹھ رہی تھی اور بیٹھ رہی تھی۔ میں نے جہاز پر اپنے آپ کو محفوظ پا کر اس کی طرف رخ کیا اور جوابی قہقہہ لگا کر نیچے اتر آیا۔

کیبن میں لوٹ کو میں نے اعصابی کمزوری کے لیے اپنا مخصوص ٹانک پیا، اور حسبِ معمول خواب آور گولیاں کھا کر نیند کا انتظار کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ مجھ پر اس کے قہقہے کی اصل نوعیت واضح ہونے لگی۔

صبح میں سو کر اٹھا تو چاق و چوبند محسوس کر رہا تھا۔ چائے کی پیالی کی بجائے میں نے انناس کا رس طلب کیا۔ پھر شیو کرنے اور صاف ستھرا لباس پہننے کے بعد جا کر پیٹ بھر ناشتہ کیا۔ اس کے بعد میں نے بار پر سے بہترین ولایتی تمباکو کا ڈبہ خریدا اور ڈیک پر بیٹھ کر پائپ سلگانے لگا۔ اِدھر اُدھر چند اور اور لوگ بکھرے ہوئے تھے، ٹہل رہے تھے اور کرسیوں پر بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ میں نے یکے بعد دیگرے کئی بار متلاشی نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ ای نڈ بھی نہیں تھی۔

"ہلو ــــ"

"ہلو ــــ"

وہ بڈھا جرمن جو دن بھر لاؤنج میں اکیلا بیٹھا بیئر پیتا رہتا تھا سامنے سے گزر گیا۔ سامنے بگلے اپنا مچھلیوں کا ناشتہ کر رہے تھے اور ننھی ننھی کاغذی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کشتیوں کی مانند سطحِ سمندر پر ڈول رہے تھے۔ وہ تعداد میں چوبیس تھے۔ میں نے تین بار اُن کو گنا۔ وہ تعداد میں پورے چوبیس تھے اور کچھ شرارتی مسخروں کی طرح اور کچھ بڑے وقار سے مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے۔ اُن کا تماشا دیکھتے ہوئے میں جانے کس وقت اونگھ گیا۔ یکے بعد دیگرے کئی ایک بے حد دلچسپ اور مختصر خواب دیکھنے کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میری نظر جس پر پڑی وہ سمندر تھا جس کی سطح پر حدِ نظر تک چھوٹے بڑے متحرک ٹیلے بنے ہوئے تھے اور جو جگہ جگہ سے اُچھل رہا تھا۔ کئی لمحے تک میں ایک قسم کے ذہنی اور جسمانی خلاء میں بڑی فراغت کے احساس کے ساتھ مسحور بیٹھا رہا۔ پھر یکایک ہوا کا ایک زوردار ریلا آیا اور جہاز جھکتا جھکتا تقریباً سطحِ سمندر کو جا لگا۔ مجھ کو جیسے کسی اَن دیکھی قوت نے ایک جھٹکے سے اُٹھا کر پیروں پر کھڑا کر دیا اور اگلے لمحے اسی زور میں ڈیک کی ڈھلان پر بھاگتا بھاگتا میں ریلنگ سے جا ٹکرایا۔ پھر ہوا کا دوسرا ریلا آیا اور جہاز اُٹھتا اُٹھتا دوسری جانب کو جھکنے لگا۔ میں پچھلے پیروں لڑھکتا ہوا آن کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈیک اُٹھتے اُٹھتے آسمان کو جا لگا اور سمندر نظروں سے غائب ہو گیا، صرف اس کی پھنکار رہ گئی جس میں تیز ہوا کی سنسناہٹ شامل تھی جو فضا میں سیٹیاں بجا رہی تھی۔ ہوا کا زور تیزی سے بڑھ رہا تھا اور جہاز خطرناک طور پر ڈولنا شروع ہو گیا تھا۔ ڈیک پر بکھرے ہوئے چند لوگ جو اِدھر اُدھر لڑھکتے پھر رہے تھے اپنے اُڑتے ہوئے لبادوں کو سمیٹتے، خوف اور خوشی کی ملی جلی چیخیں مارتے ہوئے ریلنگ کو پکڑ پکڑ کر نیچے اُترنے لگے۔ میں بھی اپنا تمباکو کا ڈبہ اُٹھا کر ان کے ساتھ ہو لیا۔

نیچے لاؤنج میں اور گرین روم میں اور بار پر لوگ کھڑکیوں میں کھڑے ایک دوسرے کو تھامے دلچسپی سے جہاز کے ڈولنے کا نظارہ کر رہے تھے اور اپنی سراسیمگی کو چھپانے کے لیے غیر قدرتی طور پر بلند آواز میں ہنس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے۔

"ہلو ــــ"

"ہلو ــــ"

میری برج کی ساتھی حسین لڑکی مسکرائی۔ میں جلدی سے آگے نکل گیا۔ دور کوریڈور میں مجھے اَینا کی جھلک دکھائی دی۔ میں لپک کر بڑھا مگر وہاں پہنچنے سے بیشتر وہ غائب ہو چکی تھی۔ لنچ کے وقت تک میں مختلف کمروں میں پھرتا اور جہاز کو ڈولتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ ایک طرف کو جھکتا تو اس طرف صرف سمندر ہی سمندر ہوتا جو کھڑکیوں تک چڑھ آتا اور دوسری طرف آسمان ہی آسمان دکھائی دیتا۔ جب وہ دوسری طرف کو جھکتا تو دوسری طرف سمندر ہی سمندر ہوتا اور پہلی طرف آسمان ہی آسمان نظر آتا۔ چند لحظے تک مستقل دیکھتے رہنے کے بعد جہاز ساکن معلوم ہونے لگتا اور سمندر، حدِ نظر تک پھیلا ہوا وسیع و عریض گہرے نیلے رنگ کا جگہ جگہ سے اُچھلتا کودتا اور پھلانگتا ہوا سمندر، میکانکی طور پر چڑھتا اور اترتا، ظاہر اور غائب ہوتا ہوا معلوم ہوتا۔ یہ عجیب و غریب نظارہ تھا جو پہلی بار دیکھنے میں آیا تھا۔ چند لحظے تک اور دیکھتے رہنے کے بعد معدے میں ہل چل مچنا شروع ہوتی اور لوگ بے اختیار غسل خانوں اور باہر ڈیک کی طرف کو بھاگنے لگتے۔ لنچ کے وقفے تک نصف کے قریب لوگ بیمار پڑ چکے تھے۔

سہ پہر تک میں جہاز کے ڈولنے سے تنگ آ چکا تھا، اس لیے کہ 'رولنگ' بڑھتی جا رہی تھی اور میں ابھی تک چاق و چوبند تھا اور کرنے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے لاؤنج میں بیٹھ کر اپنی بیوی اور بڑی بیٹی کو خطوط لکھے جن میں سمندر کی اس کیفیت کو بیان کیا، انہیں ڈاک کے سپرد کرنے لیٹر بکس تک گیا اور پھر واپس کیبن کو لوٹ آیا۔ کیبن میں تین گھنٹے تک میں بستر پر لیٹا مصور رسالوں کی ورق گردانی کرتا اور اپنے آپ کو فرش پر گرنے سے بچانے کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاطر پہلو بدلتا اور باہر کوریڈور میں نوجوان لڑکے لڑکیوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنتا رہا جو طوفانی سمندروں سے برانگیختہ ہو کر بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ شام کے وقت ہم اصل طوفانی سمندروں میں داخل ہوئے۔ یہاں بارش ہو رہی تھی اور ہوا لوہے کی چادر کی طرح بدن کو آ کر لگتی تھی اور سمندر کا تاریک عفریت اپنے جوبن پر تھا اور تینتیس ہزار ٹن وزنی جہاز کو تنکے کی طرح بہائے لیے جاتا تھا۔ اگلے پچاس گھنٹے تک یہی حالت رہی۔

سب سے پہلے ڈیک علاقہ ممنوعہ قرار دیے گئے۔ پبلک ایڈریس سسٹم پر جہاز کے کپتان کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ کوئی مسافر اوپر نیچے کے کسی ڈیک پر نہیں جا سکتا۔ ڈیکوں پر کھلنے والے تمام دروازوں کے ہینڈلوں پر رسیاں باندھ دی گئیں۔ اب "پبلک رومز" میں ہر وقت بھیڑ رہنے لگی۔ ہر قسم کے کھیل قریب قریب بند ہو چکے تھے۔ لوگ ہر وقت کرسیوں پر، صوفوں پر اور بار کے اسٹولوں پر چڑھے اور دروازوں کھڑکیوں کے شیشوں سے ناکیں چپکائے، سراسیمگی، وحشت اور جوش کے ملے جلے جذبات کے ساتھ، باہر گرجتے، ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی لہروں کو لپکتے، ڈیک پر آتے، چلتے پھرتے اور واپس جاتے ہوئے دیکھتے رہتے۔ کسی بھی کمرے یا کوریڈور کے فرش کو عبور کرتے ہوئے ہر کسی کو توازن برقرار رکھنے کے لیے رسی پر چلنے والے کاریگر کی طرح ہاتھ پاؤں مارنے پڑتے۔ پہلے بارہ گھنٹوں تک لوگ ایک دوسرے کو مسخروں کی طرح چلتے ہوئے دیکھ دیکھ کر محظوظ ہوتے رہے، پھر اس کے عادی ہو گئے۔ رات کے کھانے کے بعد لوگ صرف شراب پیتے کیونکہ رقص نہ کیا جا سکتا تھا۔ میں نے کئی بار شیشوں میں سے بگلوں کو دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ کہیں پر دکھائی نہ دیے۔

چوبیس گھنٹوں کے بعد ہم برف کے طوفان میں گھر گئے۔ ہوا گولیوں کی طرح سنسناتی ہوئی اور برف کے پھوہے شیشوں کے ساتھ رگڑ کھاتے ہوئے،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سر پٹکتے ہوئے گزرنے لگے اور سمندر چھوٹی چھوٹی سیاہ، متحرک، تیز رفتار پہاڑیوں کی شکل میں جہاز پر حملہ آور ہونے لگا اور جہاز ہلکی پھلکی کشتی کی طرح چکر کھانے لگا۔ پھر کپتان کی طرف سے ہمیں اپنے اپنے کیبن میں رہنے اور بلا ضرورت اِدھر اُدھر نہ پھرنے کی تاکید کی گئی، پھر تنبیہ کی گئی، پھر سرزنش ہوئی اور تمام "پبلک رومز" کو بند کر دیا گیا۔ ان کے فرنیچر کو جگہ جگہ اوندھا کر کے رسیوں سے جکڑ دیا گیا اور ان کے دروازوں کے آگے موٹے موٹے رسے باندھ دیے گئے اور بار کو تالا ڈال دیا گیا۔ صرف تین وقت کھانا کھانے کے لیے چند لوگ ڈائننگ ہال میں جمع ہوتے جن کے آگے پیچھے خدام کی ایک بھیڑ ہوتی، کیونکہ تین چوتھائی مسافر بیمار پڑ چکے تھے۔ اب جہاز پر ایک عجیب منظر تھا۔ نئے نئے نوجوان عشاق، جن کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ وقت تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا اور جہاز کی اس چند روزہ لافہم اور اخلاقی نظم و ضبط سے پاک رومانوی دنیا کا خاتمہ قریب تر آتا جا رہا تھا، تاریک کونوں کی تلاش میں کوریڈوروں میں چکر پر چکر کاٹ رہے تھے اور کوئی جگہ نہ پا کر ہر طرف بندھے ہوئے رسوں کے ساتھ بندروں کی طرح لٹک رہے تھے۔ لڑکیاں چھوٹے چھوٹے گروہوں میں کھڑی بیتابی اور حسرت کے ساتھ ہنستے جاتی تھی۔ پرانے پرانے شرابی جہاز کے ملازموں کو رشوتیں دے کر شراب حاصل کرنے کی ترکیبیں کر رہے تھے۔ بچے کہیں نظر نہ آتے تھے۔

باہر سمندر کا اندھا خونخوار غضبیل قوی الجثہ درندہ سات سو انسانی زندگیوں کے محافظ جہاز کے ساتھ زور آزمائی کر رہا تھا۔

ان پچاس گھنٹوں میں میں بہت کم سو سکا۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے مختصر سے کیبن کو پانچ سو سے زاید بار اپنے قدموں سے ناپا، بارہ مصور رسالوں کی شروع سے آخر تک ورق گردانی کی، تمباکو کے دو ڈبے خالی کیے اور اکیس بار "پورٹ ہول" کے ڈھکنے کو اٹھا کر تیزی سے چڑھائی کرتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی سمندر کی سیاہ گھاٹیوں کو شیشوں میں سے دیکھا اور گھبرا کر ڈھکنا گرا دیا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ ڈھکنا بند کرنے کے بعد میں اپنے بے بنیاد خوف کو محسوس کر کے جھلّایا اور ہمت کر کے ڈھکنا اٹھایا اور گول سبز شیشے کے ساتھ منہ لگا کر دانت ننگے کر کے اس کا منہ چڑایا اور مکا ہوا میں لہرا کر چلایا: "تڑپو" اور جواب میں شیشے پر اُس کی زوردار چیت کو محسوس کر کے پیچھے ہٹا اور ڈھکنا گرا کر تضحیکی قہقہہ لگایا بعد میں جس کی کھوکھلی آواز کو دیر تک کانوں میں گونجتے ہوئے سنتا رہا۔ کئی بار میں نے یہ محسوس کر کے کہ وہ حسبِ عادت مجھ سے مخاطب ہونے کی کوشش کر رہا ہے شیشے سے کان لگا کر اس کی بات کو سننا چاہا مگر صرف اس کی گونگی، وحشت ناک چڑھائی اور زور آزمائی کو اور اس کے بے بس جنون کو اور اس کے مجبور و معذور طیش کو ہی دیکھ سکا اور واپس لوٹ آیا اور دل ہی دل میں اُس کی گویائی چھن جانے پر خوش ہوا۔ کئی بار (شیشے سے جھانکتے اور کیبن کے فرش کو قدموں سے ناپتے اور بیمار پڑنے سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ساری قوتِ ارادی کو بروئے کار لاتے ہوئے) میں نے محسوس کیا کہ ہم دو گونگے شہ زور کینہ پرور درندوں کی مانند اپنے اپنے پنجروں میں بند ہیں اور بار بار حملہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو گزند نہ پہنچا سکنے پر خفیف ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی زد سے باہر ہونے پر خوش بھی ہوتے ہیں اور جب تھک جاتے ہیں تو آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے پر زہریلے قہقہے لگاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایک دوسرے کو مجروح کر رہے ہیں۔

صرف ایک بار میں باہر گشت پر نکلا۔ پہلی 'ڈیک لینڈنگ' پر میں کتنی ہی دیر تک رسوں پر جھولتا ہوا اِدھر سے اُدھر جاتی ہوئی لڑکیوں کی ٹولیوں کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اس چھوٹے سے دفتر میں جھانکا جہاں دو روز پہلے ایلا فٹز جیرلڈ کا ریکارڈ بجا تھا۔ دفتر خالی تھا۔ میں بغل کے کوریڈور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں داخل ہوا۔ مختصر سے کوریڈور کے تین چکر لگانے کے بعد ایک جگہ رک کر میں نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کچھ دیر کے بعد کھلا۔

"ہلو ــــ"

"ہلو ــــ"

اُینا گلابی رنگ کے گھریلو لباس میں کھڑی تھی۔

"معاف کرنا میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔" اُس نے بالوں کو جھٹک کر کہا، "کہو بیمار تو نہیں پڑے ــــ"

"نہیں۔ میں بالکل ٹھیک رہا ہوں۔"

"کہاں مارے مارے پھر رہے ہو۔ تمہیں پتا ہے باہر پھرنے کی اجازت نہیں ہے؟"

"تمہیں دیکھے ہوئے مہینوں ہو گئے ہیں۔"

"میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔ جاؤ جا کر آرام کرو۔" وہ ہنسی۔

"میں ــــ ارر ــــ رکو۔ میں لائف بوٹ کی ڈرل میں نہیں تھا ــــ اس کے لیے آیا ہوں۔"

"میں نے کہا نا کہ ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔ 'پرسر' سے ملو۔ خدا حافظ۔"

دروازہ آہستہ سے بند ہو گیا۔

"خدا حافظ ــــ" میں نے کہا۔

کچھ دیر کے بعد میں دوسرے کوریڈور میں چکر لگا رہا تھا۔ تین چار بار اس دروازے کے سامنے سے گزرنے کے بعد میں آخر رک گیا۔ پھر میں نے دستک دی۔

"ہلو ــــ" اُس نے دروازہ کھولا۔ ایک نظر ڈال کر ہی میں جان گیا کہ اس عورت کا نفس شریف اور رویہ نسبتاً کم ظالمانہ ہو گا۔

"ہلو میڈم سی گل ــــ"